ابوحیان توحیدی

حیات و خدمات کا ایک تحقیقی جائزہ

(۲)

جناب محمد سمیع اختر فلاحی، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

شخصیت کے خدوخال التوحیدی نے ایک طویل عرصے تک اپنی علمی و ادبی سرگرمیوں کو جاری رکھا، زندگی کے آخری لمحات تک علم و ادب کی خدمت میں لگا رہا۔ وہ تمام ہی جسمانی عیوب و کمزوریوں سے پاک قدرے وجیہ شخصیت کا حامل ایک کامل انسان تھا۔ اس کے ارادوں میں جان، نیتوں میں اخلاص، حوصلوں میں پختگی اور عزائم میں غیر معمولی بلندی تھی۔ وہ جس کام کو کرنے کا ارادہ کرلیتا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر چھوڑتا۔ وہ اپنی لاغری و ناتوانی اور ضعف و کمزوری کے باوجود صوفیہ کی ایک جماعت کے ساتھ عراق سے حجاز پیدل حج کے ارادہ سے نکلا۔ مقام "ادبہ" پہنچتے پہنچتے سارا کھانا ختم ہوگیا، چنانچہ فاقہ کے سبب ان کا برا حال تھا۔ لیکن اس بھوک کی کیفیت میں بھی ان لوگوں نے چار دنوں تک مسلسل سفر کیا یہاں تک کہ قادسیہ پہنچ کر ان کو کھانا نصیب ہوا۔ اس واقعے سے اس کی صبر و عزیمت اور قوتِ بردا

کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[۲۴]

جہاں تک آپ کی ظاہری شکل و صورت اور وضع قطع کا تعلق ہے تو آپ ایک صوفی صفت انسان تھے، چہرے کے اندر کوئی ایسی خوبصورتی و دلکشی نہ تھی کہ وہ لوگوں کی توجہ اور عنایتوں کا مرکز بن سکے۔ آپ کی ہر چیز میں سادگی، تواضع و انکساری کا عنصر نمایاں تھا۔ آپ کپڑے بھی نہایت معمولی اور بسا اوقات پیوند لگا ہوا استعمال کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ امراء و وزراء سے ملاقات کے وقت ان کو اپنی شخصیت سے مرعوب کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ آپ کے اوقات کا زیادہ تر حصہ صوفیاء کی مجلسوں میں گذرتا یا پھر حکماء و علماء کے ساتھ علمی مذاکروں میں صرف ہوتا۔

حرفت و پیشہ ابوحیان توحیدی ایک خوشخط کاتب اور کتابت کے مختلف فنون سے واقف تھے۔ فن خطاطی میں بھی مہارت تھی۔ ایک عرصہ تک ابوحیان بغداد میں کتابت کا کام کیا کرتے تھے۔ انھوں نے بہت سارے قدیم رسالوں کی ازسرنو کتابت کی، ان رسائل کا شمار عربی زبان و ادب کے قدیم اور اہم ترین سرمائے میں ہوتا ہے۔ اس نے عربی خط کے اندر طرح طرح کی آرائش و زیبائش کے ذریعہ مزید حسن، خوبصورتی، کشش، جاذبیت اور زینت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ وہ ابتدا میں کتابت ہی کے ذریعہ اپنی روزی کمایا کرتا تھا اور اسی فن کی بدولت وقت کے وزراء و حکام تک اس کی رسائی ممکن ہوئی۔ آپ ان کے رسائل و خطوط کی عمدہ کتابت کرتے تھے جس کی آپ کو اچھی خاصی اجرت ملتی تھی۔ انھوں نے "زین بن رفاعہ" کے خطوط لکھے۔ وزیر ابن العارض نے اس کے ذریعہ جاحظ کی کتاب "الحیوان" کی کتابت کروائی۔ لیکن ابوحیان

اپنے کتابت کے پیشے سے مطمئن نہ تھا۔ وہ کسی ایسے کام کی تلاش میں تھا جس میں محنت تو کم ہو مگر فائدہ زیادہ ہو۔ چنانچہ اس نے کچھ دنوں تک دیوان البرید میں بھی کام کیا۔ سبزی، گا غذات اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت کی تجارت بھی شروع کی۔

اساتذہ ابوحیان کی تعلیمی زندگی کا آغاز بغداد میں ہوا۔ انھوں نے اپنے دور کے جید، نامور اور ماہر فضلاء اور عدحیان کمال ادباء سے اکتساب علم کیا۔ ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:

ابوسعید سیرانی سیرانی ایک وسیع النظر عالم تھے، ان کو بیک وقت فلسفہ، ادب، تصوف، فقہ اور علم کلام میں کمال حاصل تھا، اس کے علم و معرفت کا چرچا پورے عالم اسلام میں تھا، وقت کے حکماء وفلاسفہ میں اس کا نمایاں مقام تھا، حکام و فرمانرواؤں کے نزدیک وہ ہر ممکن عزت و احترام کا مستحق تھا۔ یاقوت حموی اس کے بارے میں لکھتا ہے:

> "اس نے پچاس سال تک جامع رصافہ بغداد کے مسند افتار کو زینت بخشی اور ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق فتوے دیتا اور اس طویل عرصہ میں نہ تو اس کا کوئی فتویٰ غلط پایا گیا اور نہ ہی مسترد ہوا، نحو کے میدان میں بھی اچھی دسترس رکھتا تھا۔ زہد و تقویٰ میں بھی منفرد و ممتاز تھا۔ اس کے محبوب ترین شاگرد ابوحیان توحیدی کا بیان ہے: "وہ بڑے عابد و زاہد تھے، اس کا دن قرآن کی تلاوت اور خشوع و خضوع میں گذرتا، رات اوراد و وظائف میں بسر ہوتی۔ اس نے چالیس سال تک مسلسل پورے سال کا روزہ رکھا۔" [۲۴]

ابو سعید مدائنی کا بیان ہے کہ "سیرافی کی محفل میں جب حشر و نشر کا ذکر ہوتا تو میں نے دیکھا اس کے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ روتے روتے صبح کر دیتا"[۲۵] وہ علم نحو کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے سیبویہ کی "الکتاب" کی شرح لکھی۔ اس شرح میں نحو کے دقیق مسائل بڑے دلنشیں انداز میں پیش کئے گئے ہیں[۲۶]۔ ابو حیان نے فلسفہ، تصوف کے اسرار و رموز سے پوری واقفیت سیرافی سے حاصل کی۔ وہ اپنے استاد کو روئے زمین کا سب سے بڑا عالم بتاتا ہے[۲۷]۔ . . .

علی بن عیسی الرمانی

ابوحیان توحیدی کی شخصیت کی تعمیر میں الرمانی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ الرمانی معتزلی طریقہ فکر کا سب سے بڑا نمائندہ تھا۔ ابو توحیدی نے [illegible] سے علم کلام کی تعلیم حاصل کی۔ علم کلام کے ساتھ عربی زبان و ادب میں بھی وہ پوری مہارت رکھتا تھا، دیگر علوم و فنون کے علاوہ نحو اور منطق سے بھی خاص شغف تھا۔ نحو میں اس کا مرتبہ ابوعلی و سیرافی سے کم نہیں۔ الرمانی کی علمی حیثیت کا اندازہ ابن خلکان کے اس بیان سے ہوتا ہے:

> "ایسا عالم سرزمین بغداد پھر پیدا نہ کر سکی جو بیک وقت فن نحو کا امام بھی تھا، علم کلام پر بھی عبور تھا، مخالفین اسلام کی کتابوں پر بھی اس کی نظر تھی، جو دقیق علمی مسئلوں کو حل کرنے میں غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اسی کے ساتھ دینی بصیرت، عقیدے کی پختگی، فقہی تبحر اور عقیدے کی پاکیزگی بھی رکھتا تھا"[۲۸]

قاضی ابوحامد المروزی

ابوحامد کا شمار چوتھی صدی ہجری کے مشاہیر علماء میں ہوتا ہے۔ ابوحیان توحیدی قاضی صاحب کے [illegible] شاگردوں میں تھے۔ اس کی کتاب

البصائر والذخائر زیادہ تر ابوحامد کے افادات پر مشتمل ہے۔ ابوحیان بذات خود اپنے استاد کا تعارف ان الفاظ میں کراتا ہے:

"میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ وضع دار اور شریف آدمی نہیں دیکھا وہ علم و معرفت کے سمندر، سیرت و تاریخ میں ماہر اور معانی آفرینی میں کمال رکھتے تھے۔"

چوتھی صدی عیسوی کے شافعی فقہاء میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ ابوتوحیدی نے فقہ شافعیہ کا درس انھیں سے حاصل کیا۔

ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام المنطقی السجستانی

ابوحیان توحیدی کے اساتذہ میں ابوسعید کے بعد سجستانی کی شخصیت سب سے نمایاں ہے۔ آپ نے کسی بلند دنیوی منصب کو کبھی قبول نہیں کیا اور نہ ہی عیش و عشرت کی زندگی گذاری، ایک طویل عرصے تک سوکھی روٹی پر گذارا کیا۔ آپ اپنی صلاحیتوں اور قوتوں سے اتنا بھی نہ کما پاتے کہ مکان کا کرایہ ادا کر سکیں یا دو وقت کی روٹی کا انتظام۔ "صوان الحکمۃ" ان کی مشہور تصنیف ہے۔ علم کلام و فلسفہ سے تعلق رکھنے والے باذوق طلبہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں برابر حاضر رہتی۔ ابوحیان نے آپ سے علم فلسفہ و کلام کے علاوہ صبر و قناعت اور دعوت و عزیمت کا درس بھی لیا۔ توحیدی نے "المقابسات" میں سجستانی کے ملفوظات کا معتدبہ حصہ جمع کر دیا ہے۔ سجستانی کی جانشینی کا شرف بھی توحیدی کو حاصل ہے۔

ان کے علاوہ قاضی ابوالفرج معافی بن زکریا النہروانی اور ابوزکریا یحییٰ بن عدی

سے فلسفہ ومنطق کے دقیق مسائل میں استفادہ کیا۔ اسی طرح ابوالحسن عامری سے نظم و فلسفہ اور ابونفیس سے ریاضی وعلم ہیئت کی تعلیم حاصل کی۔ مختلف علوم وفنون میں ایسا ملکہ پیدا کر لیا یہاں تک کہ اپنے دور کے سب سے بڑے فلسفی سمجھے گئے۔[۲۹]

تلاشِ معاش

تعلیم سے فراغت کے بعد ابوحیان توحیدی نے تصنیف وتالیف کو اپنا مشغلہ اور امراء وحکام کی مدح وتوصیف کو ذریعہ معاش بنالیا۔

مہلبی کے دربار میں

بنی بویہ کے وزراء میں مہلبی بڑا علم دوست وزیر تھا۔ اس کی کنیت ابومحمد اور نام حسن تھا۔ مشہور اموی جنرل مہلب بن ابی صفرہ کے خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے مہلبی کے نام سے مشہور ہوا۔ مہلبی نے ادب کا بڑا ہی صاف ستھرا مذاق پایا تھا۔ یاقوت نے صابی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مہلبی کے دربار میں فن کاروں خصوصیت سے ادباء وشعراء کی بڑی قدر تھی۔[۳۰] اس نے اپنی چند سالہ وزارت ہی میں برامکہ کی یاد تازہ کردی تھی۔ اس کا عہد وزارت یادگار عہد تصور کیا جاتا ہے۔ علم کلام کی پرپیچ بحثوں اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

ابوحیان توحیدی اس وقت کی علمی وادبی دنیا میں اپنی تصنیفات وتالیفات کی بدولت مقبول ہوگیا۔ اس کا شمار عربی کے بلندپایہ ادیبوں میں ہونے لگا۔ ابوحیان کو توقع تھی کہ مہلبی کے دربار میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا لیکن علم وادب کی بدقسمتی کو کیا کہیے کہ اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوپائی اور مہلبی کے دربار میں خلاف توقع اس کی وہ پذیرائی نہ ہوسکی جس کی اسے امید تھی۔ مہلبی اگرچہ ابوحیان کے علمی ودینی مرتبے سے بخوبی واقف تھا لیکن محض مذہبی ودینی تعصب کی بناپر ابوحیان کو فوراً بغداد چھوڑ دینے کا حکم صادر کر دیا۔ امام شمس الدین ذہبی اس کی وجہ یہ بیان

کرتے جیسے کہ توحیدی کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ ملحد و زندیق ہے اس لئے مسلم معاشرے میں اس کا وجود مضر ہے۔ لیکن شاید اصل وجہ یہی کہ ابو حیان شیعیت کا مخالف اور مہلبی اپنی شیعیت نوازی کی بنا پر بدنام تھا۔

ابن العمید کے حضور مہلبی سے مایوس ہوکر ابوحیان نے کچھ دنوں تک گوشہ نشینی اختیار کرلی، ایک طویل عرصے تک گمنامی کی زندگی گذارتا رہا۔ اس زمانے میں وزیر ابن العمید کی ہر چہار جانب شہرت اور چرچا تھا۔ اس کا وجود سرزمین عجم کے لئے باعث فخر و ناز تھا۔ وہ عربی زبان کا اتنا بڑا صاحب طرز ادیب تھا کہ اس کا اسلوب نگارش بلا کسی رد و بدل کے دو سو سالوں تک باقی رہا۔ وہ فلسفہ و علم کلام سے متعلق مناظروں اور مجادلوں میں دلچسپی لیتا۔ عقیدہ و مذہب کے اعتبار سے وہ مذہب اعتزال کا پیرو تھا۔ اس کے ساتھ فنون لطیفہ، مصوری و موسیقی کا دلدادہ تھا اس لئے اس کا دربار برابر مختلف قسم کے اہل کمال اور اہل فن حضرات سے بھرا ہوا رہتا تھا۔ کتابوں سے تو جیسے اسے عشق تھا۔ مشہور زمانہ مورخ ابن مسکویہ اس کے عظیم الشان کتب خانے کا ناظم ... عجمی شان و شوکت، غیر عربی ثقافت و کلچر کا جو سماں اس کے دربار میں نظر آتا ... اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ابوحیان توحیدی سفر کی کلفتوں و صعوبتوں اور راستے میں پیش آنے والی دشواریوں و پریشانیوں کو برداشت کرتا ہوا ابن العمید کے پایۂ تخت 'رے' پہنچا اور دربار رسائی حاصل کی لیکن بدقسمتی و محرومی نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ گو کہ اس کے جسم پر معمولی لباس تھا لیکن اسے اپنی غیرت و خودداری کا بہت خیال اور ... پر پورا اعتماد تھا۔ بھلا ابن العمید جیسے جلیل القدر وزیر اعظم کو اس کی کیا ... چنانچہ اس نے ابوحیان کو دیکھتے ہی غرور سے اپنے کندھے کو جھٹک دیا اور

بڑی حقارت سے پیش آیا اور لائق اعتنا نہ سمجھا[۳۶] اور اس [illegible] کو یہاں سے بھی خائب وخاسر لوٹنا پڑا۔

صاحب ابن عباد کے در دولت پر

تاریخ اسلام میں جن وزراء کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں ان میں برامکہ کے بعد صاحب بن عباد اور نظام الملک طوسی کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں۔ صاحب ابن عباد کے رعب و دبدبہ اور جاہ و جلال کا یہ عالم تھا کہ بعد از مرگ بھی لوگوں کے دلوں سے اس کی عظمت و ہیبت کا سکہ نہ نکلنے پایا۔ ابن خلکان کا بیان ہے:

"عام طور سے انسان کی اقبال مندی اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے لیکن صاحب ابن عباد کی عظمت و اقبال مندی اس کی موت کے بعد بھی قائم رہی۔ اس کے انتقال کی خبر ملتے ہی پایۂ تخت کے بازار بند ہوگئے سوگواروں کا مجمع اس کے محل کے دروازے پر جنازے کے انتظار میں جمع ہونے لگا۔ خود بادشاہ وقت اور تمام فوجی افسران ماتمی لباس میں محل کے باہر جنازے کے منتظر تھے۔ جیسے ہی جنازہ محل سے نکلا پوری فضا نالہ و شیون، آہ و بکا اور ماتم و گریہ و زاری کے شور سے لرز اٹھی۔ جنازے کے احترام میں لوگ زمین بوس ہوگئے۔ اکثر لوگوں نے شدت غم [illegible] گریہ و زاری کا شور بڑھتا ہی گیا [illegible] گیا۔ فخر الدولہ جنازے کے [illegible] آگے آگے [illegible] تک [illegible]"

صاحب ابن عباد [illegible] ابن اثیر کے [illegible]

[illegible] فخر الدولہ کو وزیر اعظم [illegible]

سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔ اس نے معتزلہ کے وقار رفتہ کو از سر نو قائم کیا۔ حکومت کے سارے وسائل و ذرائع کو اعتدال کے نشأۃ ثانیہ کے لئے استعمال کیا۔ اس کے دربار میں جس قدر اہل کمال جمع ہوئے شاید ہی کسی دربار میں جمع ہوئے ہوں۔ ابوحیان توحیدی اگرچہ دو بار وزیروں کی بے توجہی اور عدم التفاتی کا مزہ چکھ چکا تھا، مگر صاحب ابن عباد کے اوصاف و محاسن سن کر اسے اس سے یک گونہ عقیدت ہوئی تمناؤں نے ایک بار پھر دل میں انگڑائی لی، امید کی ایک موہوم سی کرن بیدار ہوئی۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر اپنے بکھرے ہوئے حوصلوں، ٹوٹے ہوئے اور پریشان حال خواہشات کو جمع کیا اور رے جانے کی تیاری کرنے لگا۔ تاکہ اس کے ندیم اور مصاحب کا مقام حاصل کرلے۔ لیکن وہ صاحب بن عباد کی نگاہ میں نہ جچ سکا۔ اس لئے یہاں بھی اس کی خاطر خواہ پذیرائی نہ ہوئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی قسمت اس سے روٹھ گئی ہو۔

اس طرح اس کو زندگی کے تلخ حقائق کا عملی تجربہ تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی فقر و فاقہ، محنت و مشقت اور کلفت و مصیبت میں گذار دی اور لاکھ کوششوں اور تدبیروں کے باوجود بھی کبھی اس کی آمدنی اتنی نہ ہوسکی کہ وہ خوشحال اور فارغ البال زندگی گذارے۔ یہ حسرت دل کی دل میں رہ گئی جبکہ اس کے ہم رتبہ درجے کے معاصر ادباء و مصنفین کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس زندگی کی عشرت اور آرام و تعیش کی جملہ سہولیات موجود تھیں۔ ان کے پاس جاہ و رتبہ، دولت و ثروت اور اقتدار و حکومت سب کچھ تھا۔ ... تعلق بھی ابن عمید، ابن عباد، ابو اسحاق صابی، ابن سعدان، عبدالعزیز ... کے طبقے سے تھا۔ ان کی اکثریت وزارت کے عہدوں تک پہونچنے میں کامیاب ہو گئی لیکن ابوحیان اپنی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود دیوان انشا میں

سرکاری کاتب کے عہدے تک پہنچ سکا اور نہ ہی حکومت کے کسی چھوٹے بڑے عہدے تک رسائی ممکن ہو سکی۔

کسی حد تک بزدل اور مصلحت پسند تھا خطرات سے کھیل کر، شہرت کی [illegible] اور پریشانیوں میں کود کر عزت و شہرت اور مال و دولت حاصل کرنے پر گمنامی و غربت میں رہتے ہوئے امن و سلامتی اور سکون و اطمینان کی زندگی کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کی غربت و ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نہایت صاف گو، خود دار اور غیرتمند انسان تھا، اس کا احساس زندہ اور ضمیر بیدار تھا، کسی منکر یا غلط کام کو ہوتے دیکھ کر وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پاتا تھا، اس کی زبان میں تیزی و حق گوئی تھی، اپنی اس صاف گوئی کے سبب وہ بہت سارے لوگوں کے لئے مشکلات و پریشانیوں کا سبب ثابت ہوا جس کے ردعمل میں اسے بھی ان کی طرف سے سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر امراء و سلاطین سے دشمنی نے اس کی ناکامیوں و محرومیوں میں مزید اضافہ کیا۔

ابو الوفا مہندس سے ملاقات

صاحب ابن عباد کے دربار سے واپسی کے بعد توحیدی نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ صاحب ابن عباد کی سرد مہری اور بے توجہی سے اس کا دل بری طرح ٹوٹ چکا تھا اور وہ اب اپنے حالات کو بہتر بنانے سہولیات زندگی کو فراہم کرنے کے سلسلے میں مزید ہاتھ پیر مارنے کے لئے قطعی تیار نہ تھا۔ لیکن اسی یاس و ناامیدی کے دور میں ابو الوفا مہندس امید کی ایک کرن بن کر اس کی زندگی میں داخل ہوا۔ اس نے توحیدی کے اندر چھپے ہوئے جوہروں کو پہچانا، اسے زندہ رہنے کی ترغیب دی۔ اس کی ہر طرح سے دل جوئی کی اور اطمینان [illegible] ممکن امداد کا وعدہ بھی کیا۔ ابو الوفا سے توحیدی کی پہلی ملاقات ارجان

کے سفر میں ہوئی۔ اسی زمانے میں دونوں کے درمیان گہرے مراسم پیدا ہو گئے۔ اور دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ توحیدی کچھ پریشان حال اور مایوسیوں کا شکار تھا۔ پھر جب اسے صاحب ابن عباد کی سرد مہری اور لاپرواہی کا علم ہوا تو اس نے اسے ہر طرح سے تسلی دی۔ ابوالوفا المہندس، وزیر ابن العارض (ابن سعدان) کا خاص آدمی تھا اور ابو حیان کا ایک طرح سے کفیل تھا۔ التوحیدی نے اس کو جو خطوط روانہ کئے ان میں زمانے کی تنگی، حالات کی ناسازگاری کا شکوہ ہے، فقر و فاقہ کی کیفیت کو دور کرنے اور دنیوی عیش و عشرت کے مواقع فراہم کرنے کی درخواست ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آخر کب تک روٹی کے چند خشک ٹکڑوں اور بوسیدہ قسم کے کپڑوں پر گذارا کیا جا سکتا ہے۔ بغداد کا عظیم شفاخانہ "البیمارستان" اس زمانے میں نہایت عروج پر تھا فوری طور پر ابوالوفا نے اسے اس شفاخانے میں ایک اچھا سا عہدہ دلا دیا۔

(باقی آیندہ)